سنت و حدیث

اکرام اللہ ساجد

نوحہ، بین اور ماتم کی ممانعت

"عن عبد اللہ بن مسعود (رضی اللہ عنہ) قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیس منا من ضرب الخدود وشق الجیوب ودعا بدعوی الجاھلیة" (صحیح بخاری ص ۱۷۲)

"حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بیان فرماتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص (مصیبت کے وقت) رخسار پیٹے، گریبان پھاڑے اور جاہلی انداز سے واویلا کرے، وہ ہم میں سے نہیں ہے"

دینِ اسلام کامل دین ہے، جو اپنے ماننے والوں کو ہر ہر شعبۂ حیات میں مکمل راہنمائی مہیا کرتا ہے ——— خود معلمِ انسانیت اور اس دین کو پھیلانے والے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے کہ:

"انما انا لکم مثل الوالد لولدہ اعلمکم" الحدیث!

(مشکوٰۃ، کتاب الطہارۃ)

"میں تمہارے لیے ایسا ہوں، جیسے ایک باپ اپنے بیٹے کے لیے ہوتا ہے ——— میں تمہیں (تمہارا دین) سکھاتا ہوں"

پھر یہ تعلیمِ دین صرف زبان و کلام تک محدود نہیں رہی، بلکہ اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

"لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ——— الآیة!

(الاحزاب: ۲۱)

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی میں تمہارے لیے اتباع کا

ایک بہترین نمونہ موجود ہے۔

سورۃ البقرۃ میں آپؐ کا منصب رسالت یوں ذکر ہوا:

" کَمَآ اَرۡسَلۡنَا فِیۡکُمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡکُمۡ یَتۡلُوۡا عَلَیۡکُمۡ اٰیٰتِنَا وَ یُزَکِّیۡکُمۡ وَیُعَلِّمُکُمُ الۡکِتٰبَ وَالۡحِکۡمَۃَ وَ یُعَلِّمُکُمۡ مَّا لَمۡ تَکُوۡنُوۡا تَعۡلَمُوۡنَ " (البقرۃ: ۱۵۱)

"جس طرح ہم نے تم میں، تمہی میں سے ایک رسولؐ بھیجا ہے، جو ہماری آیات تمہیں پڑھ پڑھ کر سناتا ہے، تمہارا تزکیۂ (نفس) کرتا ہے اور تمہیں کتاب و حکمت سکھاتا ہے۔ نیز وہ باتیں جو تم نہیں جانتے تھے"

ہم سمجھتے ہیں، خط کشیدہ الفاظ "مِنۡکُمۡ" (یعنی انسانوں ہی میں سے رسول کی بعثت) کی ایک حکمت یہ بھی ہے کہ امت کے لوگ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو مافوق البشر ہستی خیال کرتے ہوئے دین کے بعض مسائل کو آپؐ کی ذات سے مخصوص[1]، اور ایک بشر کے دائرۂ اختیار سے باہر سمجھتے ہوئے ان سے گریز یا ان مانی کے مرتکب ہونے لگیں ـــــ شاید یہی وجہ ہے کہ جو لوگ آپؐ کی بشریت کے قائل نہیں، ان میں حضورؐ کی اطاعت و اتباع کا معاملہ بھی انتہائی افسوسناک صورت اختیار کر چکا ہے ـــــ حالانکہ آیتِ قرآنی (الاحزاب: ۲۱) کے مصداق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ ہر لحاظ سے ہمارے لیے مشعلِ راہ ہے، آپؐ کا ہر قول و فعل ہمارے لیے حجت ہے، اور امت کے لیے آپؐ مطاع کی حیثیت رکھتے ہیں:

" وَمَآ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ رَّسُوۡلٍ اِلَّا لِیُطَاعَ بِاِذۡنِ اللّٰہِ ـــــ الآیۃ!" (النسآء: ۶۴)

"اور ہم نے جو رسول بھی بھیجا ہے، اسی لیے کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جاتی ہے!"

چنانچہ منجملہ دیگر بے شمار مسائل کے، بوقتِ مصیبت، اظہارِ رنج و غم کے مسائل کو بھی آپؐ نے نظر انداز نہیں فرمایا ـــــ اور اس سلسلہ میں جہاں زبانِ رسالت

---

[1] الا یہ کہ جو واقعی مخصوص ہیں۔

ترجمان سے آپؐ کا یہ ارشاد ہمیں معلوم ہوا کہ:

"لیس منا من ضرب الخدود وشق الجیوب ودعا بدعوی الجاھلیۃ" (ترجمہ، حوالہ مذکور)

——— وہاں کتب سنت وحدیث میں یہ واقعہ بھی موجود ہے کہ خود آپؐ کو جب اپنے لخت جگر حضرت ابراہیمؓ کی وفات کا صدمہ لاحق ہوا تو:

"فجعلت عینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تذرفان فقال لہ عبد الرحمان بن عوف وانت یا رسول اللہ؟ فقال یا ابن عوف انھا رحمۃ، ثم اتبعھا باخری فقال ان العین تدمع والقلب یحزن ولا نقول الا ما یرضی ربنا وانا بفراقک یا ابراھیم لمحزونون" (متفق علیہ، بحوالہ مشکوۃ)

"آپؐ کی آنکھوں سے آنسو بہنا شروع ہوئے۔ عبد الرحمانؓ بن عوف نے (یہ دیکھ کر) کہا، "اللہ کے رسولؐ، آپؐ بھی (رو رہے ہیں؟)" آپؐ نے فرمایا: "ابن عوف، یہ تو رحمت ہے! (یعنی کیا میرے دل میں بیٹے کے لیے رحمت ومحبت کے جذبات موجود نہیں؟) پھر آپؐ کو مزید رونا آیا، ساتھ ہی فرمایا..... آنکھیں آنسو بہاتی ہیں، دل غمگین ہے، لیکن ہم وہی بات کہیں گے جو ہمارے رب کی رضامندی کا باعث ہو (اگرچہ) اے ابراہیمؓ ہم تیری جدائی کے سبب (انتہائی) غمگین ہیں۔"

آفات ومصائب تو اس کاروبار حیات کا لازمہ ہیں، جن سے بعض اوقات اللہ رب العزت کو اپنے بندوں کی آزمائش مقصود ہوتی ہے، اور ان میں صبر کرنے والوں ہی کو اللہ رب العزت نے اپنی رحمت وہدایت کی خوشخبری دی ہے:

"وَبَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ ۝ الَّذِیْنَ اِذَآ اَصَابَتْھُمْ مُّصِیْبَۃٌ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ ۝ اُولٰٓئِکَ عَلَیْھِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّھِمْ وَرَحْمَۃٌ قف وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُھْتَدُوْنَ" (البقرۃ: ۱۵۶-۱۵۷)

"اور خوشخبری دے دیجئے صبر کرنے والوں کو، یعنی ان لوگوں کو، کہ جنہیں مصیبت پہنچتی ہے تو "اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ"[1] پڑھتے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی رحمتیں ہیں اور یہی ہدایت یافتہ ہیں۔"

بے صبری، واویلا، چیخ و پکار، نوحہ و ماتم، نالہ و شیون اور آہ و بکا ایک مومن کے شایانِ شان ہی نہیں۔ اسی لیے حضورؐ نے فرمایا:

"لَیْسَ مِنَّا۔ الخ!"

"(ایسا شخص) ہم میں سے نہیں۔"

نیز فرمایا:

"اَنَا بَرِیْءٌ مِمَّنْ حَلَقَ وَصَلَقَ وَخَرَقَ۔" (متفق علیہ)

"جو شخص (ماتم میں) سر کے بال منڈائے، بلند آواز سے روئے یا کپڑے پھاڑے، میں اس سے بیزار ہوں۔"

ابوداؤد میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

"لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم النائحۃ والمستمعۃ۔"

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نوحہ کرنے والی عورت اور اسے غور سے سننے والی پر (بھی) لعنت بھیجی ہے۔"

آپؐ ہی کا ارشادِ گرامی ہے:

"ثنتان فی الناس ھما کفر الطعن فی النسب والنیاحۃ علی المیت۔" (صحیح مسلم)

"لوگوں میں دو باتیں کفر کی ہیں، نسب میں طعن کرنا اور میت پر نوحہ کرنا!"

پھر یہی نہیں کہ صرف نوحہ و بین کرنے والا ہی کفر کا ارتکاب کرتا اور لعنت کا مستحق ہوتا ہے، بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"من نیح علیہ فانہ یعذب بما نیح علیہ یوم القیامۃ۔" (متفق علیہ، عن مغیرۃؓ بن شعبہ)

---

[1] "ہم اللہ ہی کے لیے ہیں اور ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔"

"جس پر نوحہ کیا جائے، تو اس نوحہ کے سبب روزِ قیامت اسے بھی عذاب کیا جائے گا۔"

——— یہ آخری صورت اس کے لیے ہے، جو اپنے پسماندگان کو رونے کی وصیت کر جائے یا جس کے خاندان میں رونے کا رواج ہو اور وہ اپنے لواحقین کو رونے سے باز رہنے کی تاکید نہ کر جائے!

یہ ہے اس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ اور آپؐ کے ارشادات، کہ جن کے ہم کلمہ گو ہیں:

——— آپؐ ہی کا یہ بھی ارشادِ گرامی ہے:

"لا تحل لامرأة تؤمن بالله واليوم الآخر ان تحد على ميت فوق ثلثة ايام الا على زوج اربعة اشهر وعشرا"

(بخاری، مسلم)

"کسی ایسی عورت کے لیے، جو اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتی ہے، یہ حلال نہیں کہ میت پر تین دن سے زیادہ سوگ کرے، ہاں اپنے خاوند کی وفات پر چار ماہ دس دن تک سوگ منا سکتی ہے۔"

——— کیا مسلمانوں کے لیے یہ بات سوچنے کی نہیں کہ شہادتِ حسینؓ پر تو بارہ تیرہ سو سال کا عرصہ گذر گیا، اس پر اب تک، اور وہ بھی اس انداز میں رونے پیٹنے، ماتم و گریہ اور بے صبری و سوگ کا کیا جواز؟ ——— لعل فيه كفاية لمن له دراية!"

وما علينا الا البلاغ!